

انہوں نے مرزا کے اسلوب بیان پر پورا غور نہیں کیا اور دوسرے مصرع کا مفہوم بھی ٹھیک ٹھیک ذہن نشین نہیں فرمایا۔ ان کا بیان کردہ مفہوم آداب عشق کے اعتبار سے سراسر نازیبا ہے اور مرزا غالب سے ایسا مفہوم منسوب ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ عشق نہیں، بلکہ ایک عام بازاری حبس ہے کہ ایک دکان سے نہ ملی، دوسری سے لے لی۔

۵۔ شرح : اس دنیا کے تعلق میں انسان کے لیے روش کی دو صورتیں

ہیں۔ اول یہ کہ مختلف اشیاء سے کچھ حاصل کیا جائے، دوم یہ کہ ان سے غفلت اور بے پروائی اختیار کر لی جائے۔ مرزا کہتے ہیں کہ انسان کو اپنی ذات کے سوا کسی کا خیال تک دل میں نہ لانا چاہیے۔ اگر آگاہی مقصود ہے، حقیقت فہمی منظور ہے تو وہ بھی اپنی ہی ذات سے ہو۔ اگر غفلت و بے پروائی اختیار کرنی ہے تو وہ بھی اپنی ہی ذات سے کرنی چاہیے۔

تصوف کا بہت بڑا مسئلہ ہے، جو مرزا نے ان چند الفاظ میں پیش کر دیا ہے اور الفاظ نہایت موزوں ہیں۔ اپنی ذات سے آگاہی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہو جائے، سمجھ لے کہ وہ بندہ ہے اور دنیا میں اس کے پیدا کرنے کا ایک خاص مقصد و نصب العین ہے، جو پورا ہونا چاہیے اور یہ نصب العین خالق کا مقرر کیا ہوا ہے۔

وما خلقت الجن والانس اور میں نے جنوں اور انسانوں

الا لیعبدون کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ

وہ میری عبادت کریں۔

عبادت سے مقصود احکام الہی کی پیروی ہے۔ اسی طرح اصل مقصد پورا

ہوتا ہے۔

ایک روایت مشہور ہے، جسے حدیث بتایا جاتا ہے، اگرچہ انتساب صحیح

نہیں یعنی :